جناب مولانا الطاف الرحمن صاحب (فاضل جامعہ حقانیہ)
استاد الحدیث جامعہ امداد العلوم پشاور صدر

پاکستان جن مقاصد کیلئے وجود میں آیا تھا کیا وہ مقاصد حاصل ہوئے؟

کوئی بھی سچا مسلمان مکمل اسلامی طریقہ زندگی اپنائے بغیر پوری طرح سے مطمئن ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لیکن اسلامی طریقہ حیات کو اس کی پوری روح کے ساتھ اپنانے کیلئے جس مناسب اور موزوں ماحول کی ضرورت ہے وہ ایک مخلص اور حوصلہ مند اسلامی حکومت اور اقتدار کی فعلیت کے بغیر قطعاً میسر نہیں آسکتا۔ گو اسلامی طریقہ زندگی مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی وظائف کی بجا آوری کے مجموعے سے تشکیل پاتی ہے اور ان دونوں کا اس کی ھئیت اور صورت گری میں برابر کی حصہ داری ہوتی ہے۔ تاہم اس کے مخصوص عالمی کردار کا زیادہ تر انحصار مسلمانوں کی اجتماعی اور قومی وملی کارکردگی ہی پر ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ملت اسلامیہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی خیریت وفوقیت کے قابل صد فخر اعزاز کے اعلان کے موقعہ پر افراد کی بجائے اس کی ہئیت اجتماعی یعنی امت کو لائق خطاب ٹھہرایا گیا چنانچہ ارشاد ہوا۔

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس"

بلاشبہ اس معجز خطاب الہیٰ میں اس گہری اور عمیق حقیقت پر آگاہی بخشی گئی کہ مسلمانوں کا تو اخراج (تکوین وپیدائش) ہی محض ایک بے ربط وبے ضبط ھجوم مومنین کی طرح نہیں۔ بلکہ ظاہری وباطنی ربط وھم آہنگی سے متصف ایک مضبوط وتوانا امت وجماعت کی حیثیت سے ہوا ہے۔ ویسے تو کوئی بھی نظریہ محض نظریئے کی حد تک بھی اپنی ترویج اور بڑے پیمانے پر نشرواشاعت کے لئے لازمی طور پر کسی جمعیت یا جماعت کا محتاج ہوتا ہے۔ لیکن خاص طور پر جب اس نظریئے کی بنیاد پر عملاً ایک پورا نظام حیات برپا کرنا پیش نظر ہو پھر تو ایک مضبوط اجتماعیت کے بغیر اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

ہندوستان میں سلطنت مغلیہ کے زوال اور انگریزوں کی آمد اور پھر رفتہ رفتہ پوری طرح سے یہاں کے اختیار واقتدار پر قبضہ جمانے کے بعد اس دیس میں مسلمانوں کی حیثیت اس دور کٹے

پتنگ یا شکستہ کشتی سے کسی طرح بھی زائد اور متجاوز نہ تھی جو ہوا کے منہ زور جھکڑوں یا سمندر کی تیز وتند طوفانی موجوں میں محصور اپنے مہیب انجام کے تصور سے لرزہ براندام ہو۔

ہر چند کہ ملت اسلامیہ ہندیہ کی رفعتیں پیوند خاک ہوگئی تھیں اور اسکی عظمت رفتہ کے ملبے کے انباروں پر کسی نئی تعمیر کی امیدیں دور دور تک دکھائی نہیں دیتی تھیں۔ تاہم اس بجھے ہوئے خاکستر میں کہیں کہیں پوشیدہ چنگاریاں بھڑک اٹھنے کی آس چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہورہی تھیں انہیں چنگاریوں میں نسبتاً ایک زیادہ روشن چنگاری دھلی کا ولی اللھی خاندان تھا، جس کے اصاغر واکابر کے مشنری جذبوں اور رویوں نے ہندی مسلمانوں کی بیداری میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اسی خاندان کا فیض اثر تھا۔ جس کے نتیجے میں اولاً تحریک شہیدین اور جنگ آزادی کے عسکری مہمات اور ثانیاً دارالعلوم دیوبند کے علمی غلغلوں سے پورے کا پورا برصغیر گونج اٹھا تھا۔

باشندگان ہند کی طویل اور مسلسل مساعی کے نتیجے میں جب صبح آزادی کا طلوع ہونا یقینی نظر آنے لگا تو مستقبل کے بارے میں ہندی مسلمانوں کی دو جماعتیں وجود میں آگئیں۔ جن میں سے ایک کا خیال یہ تھا کہ مسلمان تصور حیات سے لے کر تشکیل حیات کے ایک ایک جزئیے میں ہندوؤں سے الگ تھلگ ایک مستقل اکائی ہے۔ چنانچہ ہندوؤں کے ساتھ لگے رہنے میں ان کا اپنے ان ملی، منصبی بین الاقوامی اہداف کے لئے کام کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا، جن کا اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کی غرض وغایت کے بیان کے سلسلے میں

" لیظهره علی الدین کله " کے پرشکوہ الفاظ میں اظہار واعلان فرمایا ہے اور جس کی مزید وضاحت کیلئے نبی علیہ السلام کا یہ پر جلال ارشاد موجود ہے۔ " الاسلام یعلو ولا یعلیٰ علیہ " اور جس کا حاصل یہ ہے کہ ملت اسلامیہ پورے عالم میں عملاً وجود کفر کو تو نہ صرف برداشت کرسکتی ہے بلکہ اس کے تمام شہری اور معاشرتی حقوق کی مکمل رکھوالی اور نگہداشت کا ذمہ بھی اٹھاتی ہے۔ لیکن شوکت کفر کو ایک لحہ کیلئے بھی گوارا نہیں کرسکتی، جدید اصطلاح میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ملت اسلامیہ پوری انسانی دنیا اور اس کے ایک ایک قریہ اور بستی پر اسلام کی سیاسی بالادستی قائم کئے بغیر کسی بھی قیمت پر اپنی تبلیغی اور جہادی مہمات سے باز نہیں رہ سکتی، اسی حقیقت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں بیان فرمایا:

الجهاد ماضٍ الی یوم القیامة حتی یقاتل آخر هذه الامة الدجال

اور اسی مفہوم کو اجاگر کرنے کی کوشش کی۔ علامہ نے اس شعر میں:

تانیاید بانگ حق از عالمے　　گر مسلمانے نیاسائی دمے

قرآن وحدیث کی انہی تصریحات کی کوکھ سے برآمد ہونے والے ولولوں نے تحریک پاکستان کی شکل اختیار کی، جس کی ہندی مسلمانوں کی اکثریت نے اپنے سنہری خوابوں کی تعبیر سمجھ کر اپنی بے مثال مالی اور جانی قربانیوں سے آبیاری کی۔

مسلمانان ہند کی ایک دوسری جماعت اسلام کے عالمی تصور اور مسلمانوں کے ملی منصبی ذمہ داریوں کے کماحقہ احساس میں اول الذکر جماعت کے ساتھ مکمل اشتراک واتفاق اور نظری و علمی ہم آہنگی کے باوصف تحریک پاکستان کی موجودالوقت ہیئت کذائی اور بالخصوص اس کے صف اول کی قیادت سے نہ صرف بدگمان بلکہ دینی نقطہ نظر سے سخت بیزار تھی۔ اس جماعت کے اکثر اہل حل وعقد کا اندازہ تھا کہ اس قماش کی قیادت نہ صرف یہ کہ اسلام کے عادلانہ نظام کے قیام کے نعرے میں مخلص نہیں بلکہ اپنی فطرت اور نہاد کے اعتبار سے وہ اس کے قابل بھی نہیں، پھر انکے اس موقف کی تائید تحریک پاکستان کے بعض نہایت ذمہ دار مرکزی قائدین کے ان بیانات سے بھی ہوتی تھی جن میں صراحت کی ساتھ ذکر کیا جاتا تھا کہ مجوزہ پاکستان جدید دور کا ایک جمہوری اسٹیٹ ہوگا، جسمیں غیر مسلم اقلیتوں کو پارلیمنٹ تک ہی نمائندگی حاصل ہوگی اور ظاہر ہے کہ یہ کسی اسلامی مملکت کا نہیں بلکہ ایک سیکولر حکومت کا نقشہ ہوسکتا ہے۔ اس جماعت کے علمبرداروں کا یہ بھی خیال تھا کہ تقسیم ہند انگریزوں کی سازش ہے اور تحریک پاکستان کے قائدین شعوری یا غیر شعوری طور پر اس سازش کی کامیابی کیلئے انگریزوں کے آلہ کار کے طور پر استعمال ہوتے ہیں۔ انگریز اس سازشی منصوبے کے ذریعے برصغیر میں ہندؤں اور مسلمانوں کی دو الگ سیاسی اکائیاں قائم کرکے ان کو ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑوانا چاہتے ہیں تاکہ مستقبل کا کوئی ایسا متحدہ ہندوستان وجود میں نہ آسکے جو براعظم ایشیاءمیں برطانوی ایمپائر کے مفادات کیلئے کوئی چیلنج بن سکے۔ بہرحال خود ہی مسلمانوں کے درمیان اس شدید نظریاتی تصادم کے باوجود " پاکستان کا مطلب کیا لاالہ الا اللہ " کی پرکیف جذباتی نعروں کی انگیخت سے چودہ اگست ۱۹۴۷ء کو دنیا کی عظیم اسلامی مملکت دنیا کے نقشے پر ابھری اور ایک بہت طویل، جانگسل اور صبر آزما دور مصائب سے گزر کر ملت اسلامیہ ہندیہ نے اپنی ہزاروں پاک اور مقدس آرزؤں کی سرزمین میں ایک نئی تاریخی عہد کا آغاز کیا۔

برصغیر کے چپے چپے پر پھیلی ہوئی ہندو قومیت کے نظریہ اکھنڈ بھارت اور خود ہی مسلمانوں کی ایک موثر قوت کی مخالفت کے علی الرغم پاکستان کا قیام ایک معجزے سے ہرگز کم نہ تھا اور حالات سے باخبر کوئی منصف مزاج انسان اس حقیقت سے انکار کی جرات نہیں کرسکتا کہ یہ معجزہ اسلام

کے نام پر اور اسی کی برکت سے رونما ہوا لیکن خود مجھے ذاتی طور پر اور اس شخص کو جو میری طرح قیام پاکستان کے بعد ابتدائی حالات وواقعات کا براہ راست مشاہدہ نہ کرچکا ہو ، اس انتہائی نامعقول صورتحال پر سخت تعجب اور افسوس لاحق ہوجاتا ہے کہ اپنے بزرگوں سے سنی ہوئی ایمان پرور روایات وحکایات کی روشنی میں ، تحریک پاکستان کے اس پاک صاف اور تروتازہ وتندرست تخم سے یہ ہمارا آج کا کریہہ المنظر اور بدذائقہ کڑوا کسیلا پاکستانی درخت کسطرح نمودار ہوا ، کیا انبات واستاج کے مسلمہ خدائی ضابطوں میں کوئی تغیر وتبدل واقع ہوا کلاوحاشا ۔

نئی نسل کے حق میں تو بعینہ اس کی مثال اس اولاد کی سی ہے جن کے والد نے ان کو انتہائی پرامید خوشخبری اور بشارت کے انداز میں بتلایا تھا کہ میں نے فلاں مقام پر ایک اچھے خاصے وسیع رقبہ زمین پر نہایت عمدہ اور لذیذ قسم کے مختلف پھلوں کی پنیری جمائی ہے اور اسکی خدمت اور نگہداشت کیلئے اس کو ایک بہت مستعد عملے کے حوالے کیا ہے تم میرے بعد وہاں جاکر اس جنت نظیر باغ کے سایوں اور پھلوں سے خود بھی فائدہ اٹھاؤ اور آس پاس کے لوگوں کو بھی اس سے فائدہ اٹھانے کے مواقع بہم پہنچاؤ ، لیکن جب والد کے انتقال کے بعد یہ بدقسمت اولاد وہاں پہنچی تو اچانک معلوم ہوا کہ اولاً تو عملے کی سہل انگاری اور کام چوری کی وجہ سے درخت ہی بانجھ نکلے جن میں پھل پھول نکل آنے کی صلاحیت ہی نہ تھی پھر اس پر مستزاد یہ کہ عملے نے کانٹ چھانٹ اور خراش تراش کے بہانے سے رفتہ رفتہ درختوں ہی کو بیچ کھایا اور اب وہاں پر خود رو پودوں کا ایک بھدا سا جنگل ایستادہ ہے اور حوصلہ مند عملہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا بالآخر اس کو بھی کاٹ کھانے کی چند روزہ مہلت انتظار کے بعد یہاں سے بھاگ نکلنے کے پروگرام کو آخری شکل دے رہا ہے ۔

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے گلیم بوذرؓ ودلق اویسؒ وچادر زہراؓ

قیام پاکستان کے بعد اس کی زمام کار انہیں لوگوں کے ہاتھوں میں رہی جنکی برطانوی آقاؤں کے ہاتھوں برین واشنگ کے ذریعے قلب ماہیت ہوچکی تھی ، چنانچہ وہ بقول لارڈ میکالے شکل وصورت سے ہندوستانی لیکن ذہن ودماغ سے ٹھیٹھ فرنگی تھے ۔ یہ فرنگی زادے اولاً تو دینی نقطہ نظر سے ہمارے قومی اہداف اور ترجیحات سے ہی ناآشنائے محض تھے ، یہی وجہ تھی کہ وہ ملت اسلامیہ پاکستانیہ کو اسلامی سانچے میں ڈالنے کے بجائے انگریزی سانچے میں ڈھلنے سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اور ثانیاً اگر سیاسی ضرورتوں کے بموجب اسلامی اہداف و ترجیحات کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات حاصل کر بھی لیتے تو ساری مادی دنیا کے مادی سمت پر یکطرفہ ٹریفک کے برعکس ملک کو اسلام کی اخلاقی اور روحانی سمت پر چلانے کیلئے جس زوردار اندرونی ایمانی داعیئے اور ہمت وحوصلہ کی حاجت وضرورت

تھی وہ ان میں کہاں تھا۔ الغرض ابتدائے کار ہی سے داخلی اور خارجی ملکی امور ومعاملات سے نبٹنے کیلئے غیر اسلامی رویئے برتے جانے لگے اور اس بات کی کوئی اہمیت محسوس نہیں کی گئی کہ پاکستان انسانی دنیا کا وہ واحد ملک ہے جو خالص اسلام کے نام پر بنا ہے۔ لہذا اس سے متعلق ہر چھوٹے بڑے فیصلے میں "شان اسلام" کی جھلک موجود ہونی چاہئیے۔

پاکستان کی خارجہ پالیسی اس کے روزاول سے لیکر آج تک عالمی طاقتوں کے زیر اثر رہی اور پچاس سال کے طویل عرصے میں شاید اس کو آزادی کا ایک سانس بھی نصیب نہیں ہوا ہے۔ دنیا کے ربع معمورۃ میں ہرطرف آباد مظلوم مسلمانوں کے بارے میں پاکستانی حکومت نے کوئی قابل رشک کردار ادا نہیں کیا اور تو اور خود اپنی شہ رگ کشمیر اور وہاں کے مسلمانوں کی حالت زار پر یہاں کی کسی حکومت نے ،مگر مچھ کا رونا رونے کے علاوہ ،واقعی اسلامی اخوت وہمدردی کا ایک قطرہ آنسو بھی نہیں ٹپکایا ، بھارتی مسلمانوں پر کیا بیت رہی ہے اس کا اندازہ سیاسی اور معاشی جبروستم کے بے شمار واقعات کے علاوہ مذہبی مداخلت اور جارحیت کے اس ایک واقعہ سے .بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ کس طرح سیکولرازم پر مبنی آئین رکھنے والی بھارتی مملکت میں ، رات کی تاریکی میں نہیں بلکہ دن کے اجالے میں لاکھوں ہندوؤں نے مسلمانوں کی قدیم عبادت گاہ بابری مسجد کی اینٹ سے اینٹ .بجادی اور وہاں کی حکومت نے نہ صرف یہ کہ ہندوؤں کو اس خلاف آئین کاروائی سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی بلکہ ان کی بھرپور سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی اور وہاں کے مسلمانوں کو آخری دم تک زبانی کلامی طفل تسلیوں سے خوش فہمی میں رکھ کر اپنے خود حفاظتی اقدامت سے بھی روکے رکھا۔ اس تاریخی دلگداز سانحے کو ہماری بے غیرت وبے حمیت حکومتوں نے جس بے حسی کے ساتھ ٹھنڈے پیٹوں برداشت کیا اس نے تو یک لخت ہماری قومی رسوائیوں کو عالم آشکارا کردیا اور یہ کہنا سو فیصد درست رہا ہے کہ

ع حمیت نام تھی جس کا گئی تیمور کے گھر سے

اور اب تو ماشاء اللہ ہماری نئی حکومت بڑی پارسا بن کر ہمارے دینی تصلب اور غیرت وحمیت کو آخری دھچکا دینے کیلئے ہمیں ان برہمن زادوں کے ساتھ صلح وآشتی اور تجارتی تعلقات استوار کرنے پر مجبور کررہی ہے جو تقسیم ھند کے بعد سے اب تک ایک لمحے کیلئے ہمیں مغلوب کرنے اور ذلیل کرنے کی فکر سے خالی ہوکر نہیں بیٹھے۔

واہ ! ملک کی اقتصادی اور معاشی ابتری کو سنبھالا دینے کیلئے ہمارے حکمرانوں نے کیا سبز باغ دکھانے شروع کیے وہ بنئے ،جو سرحد پار سے ثقافتی یلغار کرکے تمہاری اخلاقی بنیادیں پہلے ہی سے ہلا رہے ہیں۔

وہ تجارت کے نام پر اندر آکر تمھیں ڈائنامائٹ کر کے رکھ چھوڑیں گے۔ بلاشبہ مرد مؤمن بصیرت کی آنکھ سے وہ سب کچھ دیکھ لیتا ہے جس کو دوسرے لوگ بعد میں بمشکل بصارت کی آنکھ سے دیکھتے ہیں، لیکن اے حکمرانو! تم نے کفر کا آلہ کار بن کر پورے ملک میں ذرائع ابلاغ کے ذریعے بے تحاشا عریانی، فحاشی اور بے حیائی کی ترویج سے ہماری دینی اور ایمانی بصیرت کو ماؤف کرنے میں کسر ہی کیا چھوڑی ہے۔ مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے، ایمل کانسی کی گرفتاری پر بعض سیاستدانوں کے ایسے تبصروں پر کہ اس سے ہماری قومی غیرت اور وقار کو بٹا لگا ہے۔ ان بھلے مانسوں کی ایسی باتیں سن کر مجھے بڑی شدومد کے ساتھ وہ حکایت یاد آجاتی ہے کہ کسی مغربی انشور کو محرم کے دنوں میں کسی شیعہ آبادی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں شیعوں کو اپنے ہاتھوں آپ ہی مار پیٹ دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ کیوں ایسا کر رہے ہیں کسی نے بتایا کہ شہادت حسینؓ پر ماتم کر رہے ہیں، تعجب کے ساتھ بڑے معصومانہ انداز میں کہنے لگا کہ کیا ان کو شہادت حسینؓ کی اب خبر ہوئی۔ نظریہ پاکستان کی رو سے ہمارے قومی وسائل کو ہمارے دینی اقدار وروایات کے احیاء پر صرف کرنا از خود طے تھا لیکن ہمارے حکمران اس کو ہماری تہذیب وتمدن کی ایک ایک نشانی کو کھرچ کھرچ کر مٹانے پر پانی کی طرح بہا رہے ہیں

امریکہ کے ہاتھوں ایمل کانسی کا اغواء ایک پاکستانی فرد کا اغواء ہے۔ اس سے ایک فرد کے جسمانی اغواء پر تو تم کو حقیقی یا جعلی اور بناوٹی اذیت محسوس ہوئی ہے لیکن اپنوں کے اشتراک عمل سے اس امریکہ اور دوسری دشمن قوتوں کے ہاتھوں ہماری نوجوان نسل کا جو بہت بڑے پیمانے پر اخلاقی اور فکری اضلال واغواء کا عمل کئی سالوں سے جاری ہے اس پر تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچتی ہے۔ تم ایک ایمل کانسی کو رو رہے ہو لیکن تمھارے ملک کے بہت بڑے بڑے منصوبے جن پر نہ صرف دینی اور اخلاقی لحاظ سے ہمارا مستقبل منحصر ہے بلکہ سیاسی اور معاشی لحاظ سے بھی ہمارے لئے ناگزیر ہیں۔ کافروں کی سرخ، جھنڈی دکھانے سے سالہا سال سے تعویق والتواء کا شکار ہیں۔ اقتدار کے لئے حکمرانوں کی باہمی رسہ کشیوں اور جنگ زرگری نے ہمیں آدھے ملک سے محروم کردیا ہے اور اب حالات کے آئینے میں صاف دکھائی دے رہا ہے کہ اگر جلد ہی اسلامی انقلاب نہ آیا تو بقیہ آدھا ملک بھی کرسی کی بھوک کے بھینٹ چڑھنے والا ہے۔ فواحسرتاہ! پاکستانی مسلمان ان بازیگروں کے اسلامی ناموں اور اسلامی نعروں سے کتنی دفعہ دھوکہ کھا چکے ہیں اور تاہنوز منافقت اور دھوکہ بازی کے گرداں سے نکلنے نہیں پائے ہیں۔

پاکستان کی داخلی صورت حال کا ایک سرسری جائزہ بھی یہ حقیقت پانے کیلئے بالکل ہی کافی ہوجاتا ہے کہ نصف صدی گزرنے کے باوجود ہمیں اسلامی حکومت کے اولین ثمرات اور بدیہی نتائج

بھی دیکھنے نصیب نہیں ہوئے ہیں۔ عوام کی بنیادی ضروریات کی کفالت، ملک میں امن و امان کا قیام، عدالتی انصاف اور ہر شہری کو احساس تحفظ دلانا اسلامی حکومت کی تو کیا ایک عام فلاحی حکومت کی بھی اولین ذمہ داری ہے۔ پاکستان میں روز اول سے جو سیاسی اور معاشی ڈھانچہ قائم ہے اس کے نتیجے میں ایک بہت بڑی محروم القسمت اکثریت نان شبینہ کیلئے ترس رہی ہے۔ اور ایک نہایت چھوٹی سی اقلیت خدمت کے نام پر ملکی وسائل کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہی ہے۔ کمر توڑ مہنگائی نے لوگوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے اور ہمارے بالائی طبقے طوائفوں اور رقاصاؤں کیلئے وسیع و عریض ثقافتی مراکز، ملکی وغیر ملکی کھلاڑیوں کے کھیلنے کیلئے بلند و بالا اسٹیڈیموں اور فلمی صنعت کی ترقی کے لئے بڑے بڑے تھیٹروں اور کئی کئی منزلہ سینما ہالوں کی تعمیر و آرائش پر اربوں کھربوں روپے صرف کر رہے ہیں۔ گذشتہ سال ۱۹۹۶ء کے ایک اخباری کالم میں پڑھا تھا کہ آئندہ سال ۱۹۹۷ء میں پاکستان کے اربوں روپے کے صرفے پر "انٹرنیشنل اسلامک وومن گیمز" کے نام سے اسلام آباد میں تمام اسلامی ملکوں کی مغرب زدہ خواتین کے کھیلوں کا انعقاد ہو رہا ہے۔ جس کے لئے ابتدائی تیاریوں اور مشقوں پر کروڑوں روپیہ خرچ ہوا۔ ان حقائق کے پیش نظر کیا کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ درجے کا مسلمان بھی کسی کے ہزار باور کرانے پر بھی یہ باور کرنے کیلئے تیار ہو سکتا ہے کہ پاکستان جن اغراض کیلئے بنا تھا ان کا حصول تو کجا ان کی طرف کوئی ایک آدھ قدم بھی بڑھنے پایا ہے۔

ملک کا چپہ چپہ بدامنی کے جس آگ میں جل رہا ہے اہل وطن کو اس کی بذات خود بہت صاف وصریح مشاہدہ اور تجربہ ہو رہا ہے، چنانچہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" کی رو سے اس کی تفصیلات بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ امن و امان قائم کرنے والے ادارے نہ صرف یہ کہ امن و امان قائم کرنے میں بری طرح ناکام ہیں بلکہ ہر طرح کی بدامنی پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ حکومت کے بڑے بڑے عہدہ دار اور ذمہ دار، غنڈوں، چوروں اور ڈاکوں کی سرپرستی کر رہے ہیں۔ اور بھاری مینڈیٹ حاصل کرنے والی حکومت نہ صرف یہ کہ ان کا بال بیکا نہیں کر سکتی، بلکہ بھیگی بلی بن کر در پردہ انکی خوشامد اور دلجوئی کر رہی ہے۔

ملک بدترین طبقاتی اونچ نیچ اور امتیازات کا شکار ہے۔ اور سیاسی و معاشی قوت و رسوخ سے تہی دست غریب طبقہ ناقابل یقین حد تک پھس رہا ہے۔ دولت وثروت کی بنیاد پر ہندوانہ ذات پات کا تفریقی فلسفہ اپنی تمام تر قباحتوں کے ساتھ پوری طرح رائج ہے اور ہر طرف "پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات" کی کارفرمائی ہے۔ مال وجان کی بے اعتدالیوں سے داغ داغ اور چور چور معاشرہ بڑی مشکل سے اپنے سانسوں کا تسلسل قائم کئے ہوئے ہے۔ اندریں حالات یہ کہنا کس حد تک صحیح

اور درست ہوسکتا ہے کہ موجودہ حکومت ہماری قومی زندگی کے پچاس سال پورے ہونے پر " گولڈن جوبلی تقریبات " منانے میں حق بجانب ہے۔ ہمارے لئے تقریبات منانے کا نہیں ڈوب مرنے کا مقام ہے۔

وائے نادانی متاع کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

تحریک پاکستان میں قربانیاں دینے والوں نے تو علامہ اقبالؒ کے اس سوال واستفسار پر کہ

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

شکم کے مقابلے میں دل کی آبادی اور آزادی کو ترجیح دے کر پاکستان بنایا تھا لیکن نا عاقبت اندیش ہوس پرست حکمرانوں کی بدولت یہاں تو نہ دل کی آزادی نصیب ہوئی اور نہ ہی شکم سیری۔ چنانچہ ہم قومی پیمانے پر " نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم " کا بہت صحیح صحیح مصداق ٹھہرے۔

سردست تو ہمارے موجودہ حالات کے پیش نظر ایمان واسلام کی بات ہی الگ رہی کہ اس کام کیلئے جس قومی وقار، خودداری اور اولوالعزمی کی ضرورت ہے وہ ایک قصہ پارینہ بن گئی ہے۔ اب تو مسئلہ درپیش ہے ہمارے سیاسی وجود وبقاء کا، ہمارے قومی بدن کا ایک ایک بال دشمنوں کے سودی قرضوں میں جکڑا ہوا ہے۔ جس کی بدولت ہمارا اختیار واقتدار عالمی مالیاتی اداروں کے ہاں گروی پڑا ہے۔ سادگی اور جفاکشی کی زندگی سے منہ موڑنے والی اور قرض لے لے کر داد عیش دینے والی قوموں کیلئے خدائی تقدیریں غلامی کے سوا کچھ نہیں۔

کیا گیا ہے غلامی میں مبتلا تجھ کو کہ تجھ سے ہو نہ سکی فقر کی نگہبانی

ہمارے نزدیک اس تمام تر تباہی وبربادی کا واحد سبب یہ ہے کہ ہم نے پاکستان کو اسلام کے لئے بنایا تھا لیکن اسمیں حقیقی اسلامی عملداری قائم نہ کی اور یہ ان لوگوں کے ہاتھوں قائم ہی نہیں کی جاسکتی تھی جو اسلام کے بنیاد پرستانہ تصور سے عاری ہوں اور اب بھی جب تک تبدیلی قیادت کا عمل کارفرما نہ ہو اور زمام کار ان لوگوں کے حوالے نہ ہو جو اسلام کے " اظہار علی الدین کلہ " کے تصور سے سرشار ہوں بات ہرگز بنتی نظر نہیں آتی۔ خدا کرے نصف صدی کی طویل اور عبث بادیہ پیمائیوں کے بعد پوری قوم اور بالخصوص دینی جماعتوں کی سمجھ میں یہ بات آئے کہ اب انہوں نے کسی کے سہارے کے بغیر خود اپنے ہی بل پر ایک نئے اسلامی پاکستان کی تعمیر کرنا ہے۔ خلوص اور جدوجہد ہو تو اللہ کی نصرتیں آگے بڑھنے کے لئے بے تاب ہیں۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے